© rasailojaraid.com

# مذہب کا اسلامی تصوّر

سلطان احمد اصلاحی

عجائبات عالم سے ہے کہ اسلام اور اس کے دستور اساسی — قرآن — کے روئے زمین پر موجود ہوتے ہوئے اس تصور کو قبول عام حاصل کرنے کا موقعہ ملا کہ مذہب انسان کی پرائیویٹ زندگی کا معاملہ ہے، معاملات دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں، جبکہ اس کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ دین و دنیا کی تقسیم اور 'خدا و قیصر' کی دوئی کو یک قلم ختم کرکے پوری انسانی زندگی کو تابع امر رب بنا دینے کی تاکید کرتا ہے۔ ایک خدا کی بندگی اور زندگی کے تمام دائروں میں اس کی بے لاگ اطاعت، یہی چیز اس کی جملہ تعلیمات کا مغز اور جوہر ہے۔ اور کسی کھوٹ اور کسی تحفظ کے بغیر وہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں میں خدا کے بتائے ہوئے طریقے اور اس کے دیئے ہوئے احکامات کی پیروی کو لازم قرار دیتا ہے۔ قرآن اپنے ماننے والوں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوں۔ اور اپنے جملہ معاملات زندگی میں اس کی لائی ہوئی شریعت اور اس کے عطا کردہ احکام کو دانتوں سے پکڑ لیں۔ اس سے ہٹ کر کسی دوسرے راستے کی پیروی، شیطان کی پیروی ہے، جس کے نتیجے میں آدمی خدائے عزیز و حکیم کی گرفت میں آئے بغیر نہیں رہ سکتا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ (البقرہ: ۲۰۸-۲۰۹)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے راستوں کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اب اگر تم پھسلتے ہو جبکہ تمہارے پاس (جملہ معاملات زندگی سے متعلق) واضح تعلیمات آچکی ہیں تو جان لو کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بجا طور پر کہا ہے:

يقول الله تعالى آمرا عباده المومنين به المصدقين برسوله

اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو جو اس پر ایمان لانے والے اور اس کے رسولؐ کی تصدیق



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان یأخذوا بجمیع عری الاسلام وشرائعہ والعمل بجمیع اوامرہ وترک جمیع زواجرہ ما استطاعوا من ذالک[1]

کرنے والے ہیں، حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ اسلام کی تمام کڑیوں اور اس کے جملہ احکام و قوانین کو مضبوط پکڑیں، اس کے تمام اوامر پر عمل پیرا ہوں اور اس کی تمام نواہی کو چھوڑ دیں، اپنی قوت و استطاعت کی حد تک۔

بہت سے مفسرین کرامؒ نے آیت میں مذکور لفظ 'کافۃ' کو 'ادخلوا' کی ضمیر سے حال مانا ہے۔ یعنی کہ اے اہلِ ایمان! تم تمام کے تمام اسلام میں داخل ہو جاؤ "ادخلوا فی الاسلام کلکم"، لیکن صحیح بات وہی ہے جو اوپر آیت کی تفسیر میں مذکور ہوئی:

وھو انھم امروا کلھم ان یعملوا بجمیع شعب الایمان و شرائع الاسلام وھی کثیرۃ جدا ما استطاعوا منھا[2]

اور وہ یہ کہ تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ایمان کے تمام شعبوں اور اسلام کی پوری شریعت اور اس کے جملہ احکام و قوانین پر عمل پیرا ہوں۔ ان احکام و قوانین کی فہرست بہت طویل ہے۔ البتہ ان پر حتی المقدور اور حسب استطاعت ہی عمل کرنا ہوگا۔

مفسر طبریؒ نے بھی آیت کی اسی توجیہ کو راجح قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

واولی التاویلات لقولہ: ادخلوا فی السلم' قول من قال: ادخلوا فی الاسلام کافۃ[3]

اللہ تعالیٰ کے قول: 'ادخلوا فی السلم' الخ کی سب سے عمدہ اور راجح تاویل ان لوگوں کی ہے جنھوں نے کہا ہے کہ 'اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

اسکی مزید توضیح وہ ان لفظوں میں کرتے ہیں:

وجہ دعائہ الی ذالک الامر لہ بالعمل بجمیع شرائعہ واقامتہ جمیع احکامہ

خدا تعالیٰ نے جو اس بات کی طرف بلایا ہے تو اس کا مقصد یہ حکم دینا ہے کہ لوگ اس کی پوری شریعت پر عمل پیرا ہوں، اس کے جملہ

---

[1] ابن کثیر: ۱/۲۴۷ [2] حوالہ سابق [3] جامع البیان: ۲/۱۸۱


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



| | |
|---|---|
| وحدوده دون تضيع بعضه والعمل ببعضه، واذا كان ذٰلك معناه كان قوله "كافة" من صفة السلم ويكون تاويله: ادخلوا في العمل بجميع معاني السلم ولا تضيعوا شيئا منه يا اهل الايمان بمحمد وما جاء به۔[1] | احکام وقوانین اور حدود و فرائض پر کاربند ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کچھ باتوں پر عمل کریں اور بقیہ کو چھوڑ دیں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا قول 'کافۃ' 'سلم' (اسلام) کی صفت ہوگا۔ اور اس کا مطلب ہوگا کہ اے لوگو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے ہو سلم (اسلام) کے جملہ احکام وقوانین اور اس کی تمام تعلیمات پر عمل کے طریقے میں داخل ہو جاؤ، اس کی کوئی چیز چھوڑ دو نہ اس کے کسی حکم سے دستبردار ہو۔ |

## پورے قرآن اور پوری شریعت کی پیروی کا حکم

اس کے ساتھ ہی قرآن صاف اور صریح لفظوں میں بار بار تاکید کرتا ہے کہ اس کے عطا کردہ پورے مجموعۂ قانون اور اس سے ابھرنے والی پوری شریعت کی پیروی ہی میں انسان کی نجات مضمر ہے۔ دنیا و آخرت میں خدا کی پکڑ سے اپنے کو بچانے میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو دوسری تمام بندگیوں اور اطاعتوں سے منہ موڑ کر صرف اس کے ہو رہیں۔ اپنے جملہ معاملات زندگی میں خدا کے دین اور اس کی اتاری ہوئی شریعت کو لازم پکڑیں۔ غیر اللہ کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دیں۔ اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت انھیں اس راستے سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے:

| | |
|---|---|
| اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (اعراف: ۲) | پیروی کرو اس پورے (مجموعہ دین) کی جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کارساز کا کہا مت مانو۔ تم بہت کم دھیان دیتے ہو۔ |

دوسرے موقعہ پر گنہگار بندوں کو خدا کی رحمت کی آس لگائے رہنے کے ساتھ تلافی مافات کی بھی یہی تدبیر بتائی گئی:

---

[1] حوالہ مذکورہ ص ۱۸۲۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

| | |
|---|---|
| وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ | اور رجوع ہو اپنے رب کی طرف۔ اور (پوری |
| مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ | طرح) اس کی حکم برداری میں لگ جاؤ، اس |
| ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ | سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے، پھر تمہاری کچھ |
| مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ | مدد نہ ہو۔ اور پیروی کرو اس بہترین (شریعت) |
| مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ | کی جو اتاری گئی ہے تمہارے پاس تمہارے |
| الْعَذَابُ بَغْتَۃً وَّ اَنْتُمْ لَا | رب کی طرف سے۔ اس سے پہلے کہ تم پر اچانک |
| تَشْعُرُوْنَ (زمر: ۵۴، ۵۵) | عذاب آئے اور تم کو خبر نہ ہو۔ |

امت کے پیشوا اور رہبر کی حیثیت سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک سے زیادہ مقامات پر اسی کی تاکید کی گئی۔

| | |
|---|---|
| اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ | پیروی کرو اس پوری (شریعت) کی جو تم تک |
| لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ | تمہارے رب کی طرف سے وحی کی جا رہی ہے |
| الْمُشْرِکِیْنَ | اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور مشرکین سے |
| (انعام: ۱۰۶) | کچھ سروکار نہ رکھو۔ |
| وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ وَاصْبِرْ | اور پیروی کرو اس پورے (مجموعہ دین) کی |
| حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ وَھُوَ خَیْرُ | جو تمہاری طرف وحی کیا گیا ہے، اور جمے رہو |
| الْحٰکِمِیْنَ | یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے اور وہ بہترین |
| (یونس: ۱۰۹) | فیصلہ کرنے والا ہے۔ |

سورۂ احزاب کا آغاز بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی حکم کی تلقین و تاکید سے ہوا:

| | |
|---|---|
| یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ | اے نبی! اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں |
| الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ | کا کچھ کہا مت مانو، بیشک اللہ جاننے والا حکمت |
| کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا وَّاتَّبِعْ | والا ہے۔ اور پیروی کرو اس پوری (شریعت) کی |
| مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اِنَّ | جو تم تک تمہارے رب کی طرف سے وحی کی |
| اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا | جا رہی ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ |
| (آیات: ۱-۲) | |

دوسرے مقام پر آخری شریعت کی امتیازی حیثیت کا حوالہ دیتے ہوئے تاکید کی گئی کہ اس


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تکمیلی ضابطۂ حیات کے بعد انسانوں کے وضع کردہ یا ان کے توہمات کے پروردہ کسی دوسرے نظام زندگی کا رخ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں آخری شریعت کے آجانے کے بعد دوسرے تمام طریقے منسوخ یا مردود ہیں، صداقت سے عاری، محض خواہشات نفس کے مظہر ان طریقوں کی جو لوگ بھی پیروی کریں گے، دنیا میں نہ سہی تو آخرت میں وہ کسی صورت خدا کی گرفت سے نہ بچ سکیں گے:

| | |
|---|---|
| ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ | پھر اے نبیؐ! ہم نے تمہیں ایک مستقل ضابطۂ دین |
| الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ | (شریعت) پر قائم کیا ہے۔ تو تم (پوری پوری) |
| اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ | اس کی پیروی کرو۔ اور ان لوگوں کی خواہشات |
| اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ | کی پیروی نہ کرو جو نہیں جانتے۔ اللہ کے مقابلے |
| شَيْئًا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ | میں وہ تمہارا کچھ بھلا نہ کرسکیں گے۔ اور بے انصاف |
| اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ | ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور اللہ ان |
| (جاثیہ ۱۸-۱۹) | لوگوں کا دوست ہے جو اس کا ڈر رکھتے ہیں۔ |

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جانے والی یہ وحی ـــ قرآن ـــ اور آپ کو ملنے والی یہ شریعت ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس کے اندر انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے جملہ امور و مسائل کے سلسلے میں تفصیلی ہدایات فراہم کی گئی ہیں، زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلے سے لے کر انسان کے اخلاق، تمدن، معاشرت، معیشت، سیاست، حکومت وغیرہ جملہ معاملات زندگی کے سلسلے میں اس کتاب عزیز کے اندر اصولی طور پر واضح ہدایات دی گئی ہیں۔ اس نے اپنی خصوصیت ہی یہ بیان کی ہے کہ وہ علی الاطلاق کتاب ہدایت (ہدی للناس)، روشنی (نور) اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن چیز (فرقان) ہے[1] وہ زندگی کی پرپیچ راہوں میں انسان کی ٹھیک راستے کی طرف رہنمائی کرتی، مسائل حیات کے تہ در تہ اندھیروں میں اس کے لیے روشنی فراہم کرتی اور یہ دنیا جہاں قدم قدم پر حق و باطل کا ٹکراؤ، اور ایک دوسرے کے ساتھ گڈمڈ ہے، یہ کتاب جملہ معاملات زندگی میں حق کو باطل سے نکھار کر پیش کرتی ہے۔ اس کتاب کے اجمال کی تفصیل اس کے لانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے کی ہے۔ اور بہمہ وجوہ اس تفصیل و تبیین کا حق ادا کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بھی ویسا ہی اعتبار و استناد حاصل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلتا ہے،

---

[1] بقرہ: ۱۸۵، آل عمران: ۴، فرقان: ۱، نساء: ۱۷۴، شوریٰ: ۵۲ - وغیرہ دیگر آیات



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



قرآن کہتا ہے اس کا سلسلہ وحی الٰہی سے جڑا ہوا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نجم: ۳،۴)

وہ خواہش نفس سے نہیں بولتا۔ اس کی ہر بات اور فرمان وحی الٰہی ہے۔

قولی تشریح کے ساتھ آپ کی عملی تشریحات کا بھی یہی درجہ ہے۔ لوگوں کے معاملات زندگی کے سلسلے میں آپ جو فیصلے بھی فرماتے ہیں وہ خدائی سند رکھتے ہیں:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ۔ (نساء: ۱۰۵)

ہم نے اس کتاب کو تمہارے اوپر حق کے ساتھ اتارا ہے، تاکہ تم اس (فہم و بصیرت کی روشنی) کے ذریعہ جو اللہ نے تمہیں دکھائی ہے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔

مسلمان کے لیے آپ کے کسی فیصلے سے سرتابی کی مجال نہیں ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (حشر: ۷)

رسول جو فیصلہ بھی تمہیں سنا دے اسے مانو۔ اور جس سے منع کرے اس سے (صاف) باز آجاؤ۔

خارجی اطاعت ہی نہیں بلکہ دل کی پوری آمادگی کے ساتھ آپ کے فیصلوں کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر آدمی کا صحیح معنوں میں ایمان نہیں:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (نساء: ۶۵)

تیرے رب کی قسم ان کا ایمان نہیں، تا آنکہ یہ آپ کو حکم بنائیں ان جملہ معاملات میں جو ان کے بیچ اٹھیں پھر اپنے جی میں کچھ تنگی نہ پائیں جو آپ فیصلہ کر دیں۔ اور (اسے) پوری طرح مان لیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس آخری آسمانی شریعت کو دنیا میں لے کر آئے، زندگی کے تمام شعبوں میں اس کا عملی انطباق تو آپ کی حیات مبارک ہی میں ہو گیا تھا لیکن اس کا تکمیلی نفاذ اور اس کی پوری جلوہ نمائی حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ہوئی۔ یہ وہ مبارک عہد تھا جس میں اس امت کو زمین کی خلافت عطا کیے جانے کا وعدۂ الٰہی اپنے اتمام کو پہنچا۔ اسلامی نظام حکومت کی بنیادیں مستحکم ہوئیں۔ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی نظام زندگی کے ڈھانچے کی تکمیل ہوئی۔ اور آخری تکمیلی شریعت کا نیر تاباں اپنی بے پناہ ضیا پاشیوں کے ساتھ اقصائے عالم کو منور کرنے لگا۔ ہمارے علماء نے اس کی صراحت کی ہے۔[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی صراط مستقیم پر گامزن رہنے کے لیے اپنی سنت اور

[1] ابن کثیر: ۳/ ۳۰۰ - ۳۰۲



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اپنے طریقے کے علاوہ اس عہد خلافتِ راشدہ کے طور طریقوں اور جملہ شعبہ ہائے حیات میں اس کے قائم کردہ عملی نمونوں کی پیروی کو بھی اسی طرح لازم قرار دیتا ہے۔

| | |
|---|---|
| علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء | لازم پکڑو میری سنت اور میرے طریقے کو |
| الراشدین المهدیین، تمسکوا | اور (میرے بعد) ہدایت یاب خلفائے راشدین |
| بها وعضوا علیها بالنواجذ۔[1] | کی سنت اور طریقے کو۔ اسے مضبوط تھامو اور دانتوں سے پکڑے رہو۔ |

قرآن وسنت کی ان تمام تصریحات کو اگر ہم ایک ساتھ ملا دیں تو اسلام کا ایسا وسیع اور ہمہ گیر نقشہ اور اس کی ایسی جامع اور مکمل تصویر ہمارے سامنے آتی ہے جس کی تعبیر کے لیے 'ضابطۂ حیات' اور 'نظام زندگی' کی مروج اصطلاحیں بھی تشنہ اور ناکافی معلوم ہوتی ہیں۔ اِتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ کے عموم میں یہ تمام ہی باتیں شامل ہیں۔ اس پورے مجموعۂ دین کی ان جملہ مقتضیات کے ساتھ پیروی ہی میں دنیا و آخرت کے اندر ایک مومن و مسلم کی کامیابی اور فوز و فلاح کا انحصار ہے۔ اور تنہا یہی وہ راستہ ہے جسے پکڑ کر وہ رضائے الٰہی کی اپنی منزلِ مقصود کو پا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں جتنے بھی راستے ہیں وہ اس کے غضب کو بھڑکانے والے اور انسان کو اس کی رحمت سے دور کرنے والے ہیں۔ استطاعت اور مقدرت کی شرط البتہ اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر کی تصریح گزری کہ کوئی فرد یا گروہ اس نظام زندگی پر عمل کا اسی قدر مکلف ہوگا جتنی کہ اس کی قوت اور ہمت ہو، اور جیسا کہ اس کے حالات و ظروف اجازت دیتے ہوں۔

## دین کے حصے بخرے کرنے کی ممانعت

قرآن حکیم نے اپنے صفحات میں قوم یہود کے جرائم بڑی تفصیل سے بیان کیے ہیں، جن کی وجہ سے یہ لوگ خدا کی لعنت کے مستحق ہوئے اور رحمت ایزدی نے ان سے منھ پھیر لیا۔ ان میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی دنیا پرستی اور خواہشات نفس کے دام میں پھنس کر توراتی شریعت کے حصے بخرے کر لیے تھے۔ نفسانیت کے غلبے سے تورات کا جو حکم ان کے مفادات و اغراض کے موافق ہوتا اسے تو وہ باقی رکھتے اور اس پر عمل کرتے، لیکن جو چیز ان کی مصلحت کے خلاف ہوتی اسے بلا تامل حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتے۔

---

[1] ابو داؤد جلد ۲، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ، و رواہ ایضاً: احمد، ترمذی و ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور اس کا انکار کر بیٹھے۔ توراۃ نے قوم یہود کو دینی وحدت کے رشتے سے ان میں باہم ایک دوسرے کے جو حقوق ٹھہرائے تھے کہ قوم کا ہر فرد ان کا پاس ولحاظ رکھے گا اور انھیں کسی صورت مجروح کرنے سے احتراز کرے گا، اس کی ایک اہم دفعہ یہ تھی کہ کوئی یہودی کسی دوسرے یہودی کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کرے گا، نہ اس کے مال واسباب کو کسی وقت اپنے لیے جائز تصور کرے گا۔ اور نہ کوئی ایسی صورت پیدا کرے گا کہ اسے اپنے گھر سے نکال دیا جائے اور وہ خانماں برباد ہو کر پریشان پھرے، نیز یہ کہ اگر حالات کی گردش سے کوئی یہودی کسی کے ہاں قید وبند میں پایا گیا تو قوم کے ہر فرد کی ذمہ داری ہوگی کہ اسے فدیہ دے کر چھڑائے اور اس کی اسیری کے خاتمہ کا سامان کرے۔

لیکن یہودی قوم نے اپنی بڑھی ہوئی سرکشی کے باعث توراۃ کے دوسرے بہت سے احکام کی طرح اس کے اس حکم شریعت کو بھی بازیچۂ اطفال بنا رکھا تھا۔ مدینہ میں انصار کے دو مشرک قبائل اوس وخزرج، باہم ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے۔ وہاں یہود کے تین قبائل آباد تھے، جو فریقین کے ساتھ ہوگئے تھے۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر، خزرج کے اور بنو قریظہ، اوس کے حلیف تھے۔ جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ اس قتل وخوں ریزی میں وہ اپنے بھائیوں کے خون سے بھی اپنے ہاتھ رنگین کریں، ان کا مال و اسباب لوٹیں اور انھیں گھر سے بے گھر کریں۔ جبکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ توراتی شریعت پر عمل کرتے ہوئے یہ لوگ اپنے کو اس طرح کی کسی دھڑے بندی سے دور رکھتے۔ جس سے نہ تو بھائیوں کے خون سے ان کے ہاتھ رنگین ہوتے، نہ کسی دوسری صورت سے ان کے حقوق مجروح ہوتے۔ لیکن اس کے بالکل برعکس اپنی نفسانیت اور سرکشی کے سبب انھوں نے اپنے کو پورے طور پر اپنے حلیفوں کے چنگل میں دے رکھا تھا۔ چنانچہ ان کے ساتھ مل کر اسی طرح اپنے بھائیوں کا خون بہاتے۔ ان کے مال واسباب کو مال غنیمت سمجھ کر لوٹتے اور انھیں ان کے گھروں سے نکال لینے اور خانہ ویران کرنے میں کچھ تامل نہ کرتے۔ ساتھ ہی توراۃ سے اپنی وفاداری کے ثبوت میں بنو قینقاع کے لوگ، اوس کے ہاتھوں قیدی ہونے والے اپنے لوگوں کا فدیہ دے کر چھڑاتے، اسی طرح بنو نضیر اور بنو قریظہ والے، خزرج کے ہاں قید ہونے والے اپنے بھائیوں کے فدیہ کا سامان کرتے۔ مزید برآں ان آویزشوں میں، جن بھائیوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر چکے ہوتے، بعد میں ایک دوسرے سے ان کے خون کا مطالبہ کرتے۔ اور ان حیلہ سازیوں سے اپنی اشک شوئی کا سامان کرتے۔ حالانکہ اگر اپنے کسی بھائی کو حالت قید میں نہ رہنے دینا ہر یہودی کی ذمہ داری تھی تو اس سے پہلے تورات نے ان کی ذمہ داری یہ قرار دی تھی کوئی یہودی اپنے بھائی کا خون نہ بہائے گا۔ نہ اس کے مال واسباب کو اپنے لیے کسی صورت حلال تصور کرے گا۔[1] ذیل کی آیت

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ابن کثیر ۱/ ۱۲۰، ۱۲۱



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں قرآن نے یہود کے اسی دوہرے کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے اس قوم کی حالت زار کا ماتم کیا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ
دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ
وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ثُمَّ اَنْتُمْ
هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ
تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ
دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ
بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ
اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ
مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ
(بقرہ: ۸۴، ۸۵)

اے بنی اسرائیل! یاد کرو جب اللہ نے تم
سے عہد لیا کہ تم باہم ایک دوسرے کا خون
نہ بہاؤ گے۔ نہ ایک دوسرے کو ان کے گھروں
سے نکالو گے، سو تم نے اقرار کیا دریں حالیکہ
تم (اس کی) گواہی دینے والے تھے۔ پھر یہ
تمہی ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون کرتے
ہو اور اپنے ہی لوگوں کو ان کے گھروں سے
نکالتے ہو۔ ان کے خلاف یہ محاذ آرائی تم گناہ
اور سرکشی کے سبب کرتے ہو، حال یہ ہے کہ اگر
وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آئیں تو تم انھیں
فدیہ دے کر چھڑاتے ہو جبکہ (اس سے پہلے)
منع یہ چیز تھی کہ تم انھیں نکالو۔

ان کا یہ متضاد طرز عمل اسی لیے تھا کہ انھوں نے توراتی شریعت کے حصے بخرے کر لیے تھے۔ اس کی جو بات انھیں پسند آتی اور ان کے مفادات سے ہم آہنگ ہوتی اسے تو وہ قبول کرتے۔ دوسری باتوں کی کھلے بندوں خلاف ورزی کرتے اور اس میں ذرا تامل نہ کرتے۔ اس رویئے پر قرآن نے انھیں قیامت کے سخت ترین عذاب کا مستحق گردانا۔ آیت کے اگلے ٹکڑے میں فرمایا:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ
تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ
مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ
الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ
الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (بقرہ: ۸۵)

کیا تم کتاب کے صرف ایک حصے کو مانتے
ہو اور دوسرے کا انکار کرتے ہو۔ تو تم میں
سے جو ایسا کرے اس کی سزا اس کے سوا
کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو۔ اور قیامت
کے دن یہ سخت ترین عذاب کی طرف پلٹائے
جائیں گے۔ اور اللہ اس سے بے خبر نہیں
جو تم کرتے ہو۔

یہود کے اپنی شریعت کے حصے بخرے کرنے کی ایک دوسری مثال بھی قرآن نے پیش کی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


ہے۔ زنا کی سزا اسلام کی طرح تورات میں بھی یہی تھی کہ زانی اور زانیہ اگر شادی شدہ ہوں تو انھیں سنگسار کیا جائے۔ لیکن یہودی قوم اخلاقی بگاڑ کی جس انتہا کو پہنچ چکی تھی، اس میں اس کے لیے اس حکمِ شریعت پر عمل کرنا کچھ آسان نہ تھا۔ چنانچہ انھوں نے اس سلسلے میں تورات کی نص صریح پر خطِ نسخ پھیرتے ہوئے باہم اتفاق اس پر کیا کہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والے کو رجم یعنی سنگسار کرنے کے بجائے، اسے سو کوڑے لگائے جائیں، اس کے چہرے پر سیاہی مل دی جائے، اور مرد و عورت دونوں کو گدھے پر اس طرح سوار کرا کے کہ ان کے چہرے مخالف سمت میں ہوں آبادی میں گشت کرایا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد یہ واقعہ پیش آیا تو ان کا آپس میں مشورہ ہوا کہ اچھا موقعہ ہے، اس کے فیصلے کے لیے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جائے۔ اگر وہ کوڑے لگانے اور چہرے پر سیاہی ملنے کا فیصلہ کریں تو اسے قبول کر لیا جائے۔ دلیل یہ رہے گی کہ ایک پیغمبرؑ خدا کا فیصلہ ہے، اسے رد کیوں کر کیا جا سکتا ہے؟ البتہ اگر آپؐ رجم یعنی سنگسار کرنے کا فیصلہ دیں گے تو وہ قابلِ قبول نہ ہوگا۔

احادیث میں اس واقعہ کی مزید تفصیل اس طرح ہے کہ یہود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پاس آئے کہ قوم کے ایک مرد اور عورت نے زنا کا ارتکاب کر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں تورات میں رجم کا حکم کس سلسلے میں آیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ (رجم نہیں) البتہ ہم ایسے شخص کو کوڑے لگاتے اور بے عزت اور رسوا کرتے ہیں۔ اس پر انہی میں کے ایک شخص عبداللہ بن سلام بول اٹھے کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ تورات میں رجم، سنگسار کیے جانے کا حکم موجود ہے۔ تورات لاؤ ابھی اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس کے اوراق لائے گئے تو پڑھنے والے نے آیت (رجم) پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور آگے پیچھے سے پڑھنے لگا۔ عبداللہ بن سلامؓ نے ٹوکا کہ ہاتھ اٹھاؤ تو وہاں آیت رجم موجود تھی۔ یہود کے لیے اس کے بعد اعتراف کے سوا چارہ نہ تھا۔ کہنے لگے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ بن سلام بالکل سچ کہتے ہیں۔ تورات میں آیت رجم موجود ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شخصوں کے رجم یعنی سنگسار کیے جانے کا حکم دیا۔ اور فی الفور ان پر اس کا نفاذ عمل میں آیا۔ یہ واقعہ بخاری و مسلم دونوں میں مذکور ہے[1]۔ سورہ مائدہ کی درج ذیل آیت میں یہود کی اسی بدبختانہ روش کا نقشہ کھینچا گیا ہے، جس کے نتیجے میں وہ خوف خدا سے بالکل عاری ہو کر کلام اللہ کو کچھ کا کچھ بنا دیتے تھے:

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ     یہ بات کو ہٹاتے ہیں اس کی جگہوں سے،

---

[1] حوالۂ سابق: ۲/۵۸



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مَوَاضِعِهٖ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آیت: ۴۱)

کہتے ہیں کہ اگر حق میں یہ فیصلہ ہو تو مان لو، اور یہ نہ ہو تو بچ رہو۔ اور اللہ جسے آزمانا چاہے تو تم کو اس پر کچھ اختیار نہیں۔ یہ لوگ ہیں کہ اللہ نے نہیں چاہا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے۔ دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے۔ اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

قرآن کتاب حکمت ہے۔ اس کی ہر بات اپنے اندر حکمت و مصلحت کا کوئی پہلو رکھتی ہے۔ اس کے صفحات میں قوم یہود کے واقعات کا یہ ذکر محض زیب داستاں کے لیے نہیں، بلکہ ان کا مقصد ہے کہ آخری شریعت کی حامل امت —— امت مسلمہ —— قوم یہود کی اس روش سے مجتنب رہے جس کے نتیجے میں اس قوم پر خدا کا غضب نازل ہوا اور وہ قیامت تک کے لیے اس کی لعنت کی مستحق قرار پائی۔ پس امت مسلمہ کے لیے جملہ احکام دین اور حسب مقدرت پورے مجموعۂ شریعت پر عمل کے بغیر چارہ نہیں۔ دین کے حصے بخرے کر کے وہ اپنے کو خدائی پکڑ سے بچا نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ سے کسی کا نسبی تعلق نہیں کہ قوم یہود کی روش پر عمل پیرا ہو کر بھی کوئی 'امت' اپنے کو رحمت ایزدی کی مستحق بنائے رہے اور اس پر بدستور انعام و اکرام کی بارش ہوتی رہے۔

## اسلام، دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا جامع

مذہب خدا اور بندے کا معاملہ ہے، دنیا کے معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اسلام کے لیے یہ تصور کسی صورت قابلِ قبول نہیں جبکہ وہ دین و دنیا دونوں کی بھلائی کی وکالت کرتا اور آخرت کے ساتھ دنیا کی بھلائیوں کے حصول کی صاف اور صریح لفظوں میں اپنے ماننے والوں کو تلقین کرتا ہے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد اہلِ ایمان کی زبانی جس دعا کا ذکر کیا گیا وہ دین و دنیا دونوں کی برکتوں اور بھلائیوں کو حاوی ہے، جبکہ اس موقع پر انسان دوسری دنیا کی فکر میں ڈوبا ہوا اور آخرت کی کامیابی کے احساس سے سرشار ہوتا ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا

اے رب! ہمیں دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیوں سے ہمکنار کر۔ اور ہمیں دوزخ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



عَذَابَ النَّارِ (البقرہ: ۲۰۱) کے عذاب سے بچا۔

اگلی آیت میں اس دعا کی عنداللہ مقبولیت اور اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کے مانگنے والوں کو خوش خبری سنائی گئی کہ:

| | |
|---|---|
| أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا | یہ لوگ ہیں جنھیں اپنی (اس) کمائی کا پورا بدلہ |
| وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ (البقرہ: ۲۰۲) | ملے گا۔ اور اللہ جلد حساب چکانے والا ہے۔ |

دنیا و آخرت کی بھلائی کی یہ دعا کس وسعت اور عموم کی حامل ہے اس کا اندازہ آیت بالا کی حافظ ابن کثیر کی درج ذیل تفسیر سے کیا جا سکتا ہے:

| | |
|---|---|
| فجمعت هذه الآية كل خير | اس آیت نے دنیا کی ہر طرح کی بھلائی کو اپنے |
| في الدنيا وصرفت كل شر فان | اندر سمیٹ لیا ہے اور یہ ہر طرح کی برائی سے |
| كل الحسنة في الدنيا تشمل | دوری کی دعا ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں ہر طرح |
| كل مطلوب دنيوي من عافية | کی بھلائی ان تمام چیزوں کو شامل ہے جو دنیا کی |
| ودار رحبة وزوجة حسنة | حیثیت سے مطلوب و مقصود ہو سکتی ہیں جیسے |
| ورزق واسع وعلم نافع وعمل | کہ امن و عافیت، آرام دہ، کشادہ مکان، اچھی |
| صالح ومركب هين وثناء | اور نیک بیوی، پھیلی ہوئی روزی، نفع بخش |
| جميل الى غير ذلك مما | علم، نیک عمل، عمدہ گداز سواری، بہتر تعریف و |
| اشتملت عليه عبارات | توصیف وغیرہ سبھی چیزیں جنھیں دوسرے مفسرین |
| المفسرين ولا منافاة بينها | نے مختلف الفاظ اور مختلف پیرایوں میں بیان |
| فانها كلها مندرجة ..... في | کیا ہے۔ ان میں باہم کوئی منافات نہیں۔ |
| الحسنة في الدنيا واما الحسنة | اس لیے کہ یہ تمام چیزیں دنیا کے اندر بھلائی (حسنہ) |
| في الآخرة فاعلى ذلك دخول | میں شامل ہیں۔ رہا آخرت میں بھلائی (حسنہ) تو |
| الجنة وتوابعه من الامن من | اس کا سب سے اونچا درجہ جنت کا داخلہ ہے، |
| الفزع الاكبر في العرصات | نیز اس کے ساتھ وہ سبھی چیزیں جو اس کے نتیجے |
| وتيسير الحساب وغير ذلك | میں ملیں گی جیسے کہ محشر کی بڑی گھبراہٹ (فزع |
| من امور الآخرة الصالحة[1] | اکبر) سے امن و اطمینان، حساب کا آسان ہونا |

[1] ابن کثیر: ۱/ ۲۴۳، ۲۴۴



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



وغیرہ دوسری تمام چیزیں جو آخرت کی اچھی زندگی
کالازمی حصہ ہیں۔

مفسر طبری نے بھی آیت کریمہ میں لفظ "حسنہ" کو دنیا و آخرت کی تمام اچھائیوں اور بھلائیوں کے لیے حاوی قرار دیا ہے۔ آیت کی اسی تفسیر کو سب سے راجح قرار دیتے ہوئے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے:

| | |
|---|---|
| لان اللہ عز وجل لم یخصص بقولہ مخبرا عن قائل ذٰلک من معانی الحسنۃ شیئا ولا نصب علی خصوصہ دلالۃ علی ان المراد من ذٰلک بعض دون بعض فالواجب من القول فیہ ما قلنا من انہ لا یجوز ان یخص من معانی ذٰلک شئ وان یحکم لہ بعمومہ علی ما عمہ اللہ [1] | اللہ تعالیٰ نے دعا مانگنے والے کی زبانی بھلائی (حسنہ) کی جو بات کہی ہے تو اس کے سلسلے میں کسی قسم کی تخصیص نہیں کی ہے کہ اس سے بھلائی کی کچھ چیزیں مراد لی جائیں اور کچھ نہ لی جائیں۔ نہ اس طرح کی کسی تخصیص کے لیے کوئی دلیل قائم کی ہے جس سے سمجھا جائے کہ اس سے کچھ بھلائیاں مراد ہیں دوسری نہیں۔ پس ضروری ہے کہ وہی بات مانی جائے جو ہم نے کہی یعنی یہ کہ اسے کچھ چیزوں کے لیے خاص نہ رکھا جائے بلکہ چاہیے کہ اسے اسی طرح عام رکھا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عام رکھا ہے۔ |

ایک دوسرے موقعہ پر قرآن لوگوں کے اس سوال کا کہ وہ کیا خرچ کریں، یہ جواب دیتا ہے کہ واقعی ضروریات سے جو بچ رہے اسے خدا کی خوشنودی کی غرض سے خرچ کیا جائے۔ اور مال کو سینت کر رکھنے کے بجائے اس کے ذریعہ خاص طور پر کمزور بندگانِ خدا کی حاجت روائی کا سامان کیا جائے۔ اس کے بعد قرآن یتیموں اور بے سہاروں کے مسئلے کا حل بیان فرماتا ہے۔ اور ان دونوں کے بیچ میں اپنے بیان کردہ احکامات کی علت یہ بیان کرتا ہے کہ:

| | |
|---|---|
| تَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ○ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (البقرۃ: ۲۱۹، ۲۲۰) | تاکہ تم سوچو دنیا و آخرت دونوں کے معاملات میں۔ |

جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں سے جس طرز عمل کا مطالبہ کرتا ہے اور زندگی

---

[1] جامع البیان: ۲/۱۶۹



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں جس رویے کے اختیار کرنے کی انھیں تلقین کرتا ہے وہ یہ کہ انھیں بیک وقت دنیا و آخرت دونوں کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا میں رہ کر ان کی آخرت کی سوچ اسی وقت مکمل ہوگی جبکہ وہ خدائی احکام و ہدایات کی روشنی میں زندگی کے مسائل سے بھی پوری طرح عہدہ برآ ہونے کے لیے آمادہ ہوں۔ قرآن لوگوں کے سامنے زندگی کا جو لائحۂ عمل پیش کرتا ہے اس کا تعلق صرف دوسری دنیا سے نہیں بلکہ اس دنیا کے امور و مسائل کو بھی وہ اسی طرح اپنا موضوع بناتا اور ان کے سلسلے میں تفصیلی احکام و ہدایات فراہم کرتا ہے۔ قرآن کے نقطۂ نظر سے مومن کی صحیح سوچ وہی ہے جس میں دنیا و آخرت دونوں کے مسائل سے بیک وقت عہدہ برآ ہوا جائے اور ہر ایک کے مطالبات کو اسی اہتمام سے پورا کیا جائے صاحب کشاف نے آیت کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی ہے:

| | |
|---|---|
| یبین لکم الایات فی امر الدارین وفیما یتعلق بهما لعلکم تتفکرون [۱] | اللہ تعالیٰ تمہارے لیے دنیا و آخرت دونوں کے (امور و مسائل) کے سلسلے میں آیتیں کھول کر بیان کرتا اور ان دونوں ہی کے متعلق تمھیں تفصیلی ہدایات عطا کرتا ہے تاکہ تم (مطلوبہ) سوچ کا حق ادا کر سکو۔ |

## ترک دنیا سے اجتناب

مذہب اور مذہبی زندگی کے ساتھ عام طور پر دنیا کے جھمیلوں سے فرار کا تصور ذہن میں بندھا ہوا ہے۔ بہت سے مذاہب میں بھی اس ذہنیت و مزاج کو لبسا اوقات تقدس ورنہ استحسان اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ اور اسے خدا سے قربت و معیت کا بہترین ذریعہ تصور کیا جاتا۔ لیکن اسلام جس مذہبی زندگی کا قائل اور اس کا علمبردار ہے، اس کا طریقہ اس سے بالکل جداگانہ ہے۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے دینداری اور مذہبیت اس کا نام نہیں کہ آدمی جسم کو لباس سے محروم رکھے۔ کھانے پینے کو ترک کردے یا اس سے برائے نام تعلق رکھے۔ قرآن کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندے کی پسندیدہ روش یہ ہے کہ وہ اس کی عطا کردہ نعمتوں سے پوری طرح فائدہ اٹھائے اور زندگی کی جائز ضروریات کی تکمیل سے اپنے کو محروم نہ رکھے۔ شرط یہ ہے کہ اعتدال و توازن کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ ان ضروریات میں پڑ کر اس طرح گم نہ ہو جائے کہ اصل مقصد زندگی ہی نگاہوں سے

---

[۱] الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/۱۴۸، کلکتہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وجھل ہوجائے اعتدال کا سررشتہ ہاتھ میں رہے تو لباس و غذا انسان کی بنیادی ضروریات ہیں۔ پوری بنی نوع انسانی کو خطاب کرکے ارشاد ہوا:

| | |
|---|---|
| یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ | آدم کے بیٹو! ہر نماز کے وقت اپنی آرائش کا |
| کُلِّ مَسْجِدٍ وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا | سامان (کپڑے) لو۔ اور کھاؤ پیو اور اعتدال |
| تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ | سے نہ بڑھو۔ اللہ اعتدال سے گزرنے والوں |
| (اعراف: ۳۱) | کو پسند نہیں کرتا۔ |

آگے دینداری و مذہبیت کے غلط تصورات کے اسیر ان نعمتوں کو اپنے لیے حرام سمجھنے والوں کے غلط نقطۂ نظر کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

| | |
|---|---|
| قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ | کہو کس نے حرام کیا آرائش (کے سامان) کو |
| اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ | جسے اللہ نے نکالا اپنے بندوں کے لیے اور |
| مِنَ الرِّزْقِ (آیت: ۳۲) | پاک اور ستھری روزی کی چیزوں کو۔ |

اس سلسلے میں قرآن کا انسانوں سے صرف ایک مطالبہ ہے کہ وہ شیطان کے کہے میں نہ آئیں۔ اللہ نے جن چیزوں کو ان کے لیے حلال ٹھہرایا ہے انھیں اپنے اوپر حرام کریں، نہ شیطان کے بہکاوے سے حلت و حرمت کے مخصوص خدائی اختیار میں کسی اور کو شریک کریں۔ اللہ تعالیٰ کی ٹھہرائی ہوئی حدود میں انھیں کھانے پینے اور دنیوی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی پوری آزادی ہے:

| | |
|---|---|
| یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی | لوگو زمین کی حلال اور ستھری چیزوں سے کھاؤ۔ |
| الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا | اور شیطان کے راستوں کی پیروی نہ کرو۔ وہ |
| خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ | تمہارا کھلا دشمن ہے۔ |
| عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (بقرہ: ۱۶۸) | |

اسلام کے مطابق دنیا میں مذہبیت اور دینداری کا سب سے اعلیٰ نمونہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے قائم کیا۔ ان سے بڑھ کر خدائی مرضیات پر عمل کرنے والا اور خدائی احکام و ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے والا کوئی دوسرا گروہ آج تک پیدا ہوا، نہ آئندہ ہوسکے گا۔ بارگاہ ایزدی سے انھیں بھی تاکید اسی بات کی ہوئی کہ وہ دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ صرف ایک شرط ہے کہ 'عمل صالح' کے سرے کو مضبوط تھامے رہیں۔ اور زندگی میں کوئی قدم اس کی رضا سے ہٹ کر نہ اٹھنے پائے۔ پورے گروہ انبیاء کو خطاب کرکے ارشاد ہوا:


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ | اے پیغمبر! کھاؤ ستھری چیزیں اور نیک عمل |
| وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ | کرو میں جانتا ہوں جو تم کرتے ہو۔ |
| عَلِيمٌ ۔ (مومنون: ۵۱) | |

حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے سلسلے میں مخالفین کا ہمیشہ سے ایک بڑا اعتراض یہ تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم ہی جیسی دنیاوی مصروفیات رکھنے والا ایک انسان اپنے تئیں من جانب اللہ فرستادہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اور اس کا اصرار ہے کہ جو کوئی اس کی پیروی سے منہ موڑے گا، دنیا و آخرت کی رسوائی اس کے حصے میں آئے گی۔ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں بھی مشرکین مکہ کا یہی اعتراض تھا کہ:

| | |
|---|---|
| وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ | وہ کہتے ہیں یہ کیا ہے جو یہ رسول کھانا کھاتا اور بازاروں |
| الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۙ | میں چلتا پھرتا ہے (اور اس کے باوجود اپنی |
| (فرقان: ۷) | پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے) |

اس کے جواب میں قرآن نے کہا کہ انبیاء نے کبھی عام معمولات زندگی سے کٹ کر زندگی نہیں گزاری انھوں نے دنیوی زندگی کے مسائل اور اس کی مصروفیات میں پوری دلچسپی لیتے ہوئے اپنے فریضۂ منصبی کو ادا کیا۔ اور حکمت و مصلحت کا یہی تقاضا بھی تھا ورنہ غیر بشری خصوصیات کا حامل اور دنیوی زندگی سے ماورا وجود اس دنیا کے انسانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ کیوں کر بنتا۔ اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر اتمام حجت کی سنت پر عمل کیوں کر ہو پاتا۔

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَ | اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے۔ |
| جَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً (رعد: ۳۸) | اور یہ سب لوگ بیوی بچوں والے تھے۔ |

زندگی سے گھبرا کر اور اس کے مسائل سے خوف کھا کر اپنے کو سماجی زندگی سے کاٹ لینا، دنیا کی آسائشوں اور لذتوں کو اپنے اوپر حرام کر لینا اور خدا کی قربت و معیت کو حاصل کرنے کے لیے خانقاہوں، معبدوں اور بسا اوقات غاروں، گپھاؤں میں اپنے کو محصور کر لینا، اصطلاح میں اس کا نام 'رہبانیت' ہے مختلف اسباب کے تحت پیروان مسیحؑ کے اندر دینداری کے اس طریقے کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا اور ان کی بڑی تعداد نے اسے اپنا محبوب طریق زندگی قرار دے لیا۔ قرآن نے اسے ایجاد بندہ قرار دیتے ہوئے اپنے ماننے والوں کو اس سے دور رہنے کی تلقین کی:

| | |
|---|---|
| وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا | اور 'رہبانیت' جسے انھوں نے (اپنے طور |
| كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ | پر) گھڑا۔ ہم نے اسے ان کے اوپر فرض نہیں |


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (حدید: ۲۷)

کیا۔سوائے اللہ کی رضا جوئی کے (جوان پر فرض تھی ،اسی کی خاطر انھوں نے رہبانیت کا راستہ اپنایا) پھر وہ اس کی پوری رعایت نہ کرسکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریق زندگی کا سختی سے انکار فرمایا۔صحابہ کرامؓ میں حضرت عثمان بن مظعونؓ ایک ایسے شخص تھے جنھیں بیوی سے تعلق دینداری کے منافی نظر آیا۔چنانچہ انھوں نے بیوی سے زن وشو کے تعلقات یکسر منقطع کر رکھے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے اسے سخت ناپسند کیا اور فرمایا:

انی لم اؤمر بالرهبانية[۱] مجھے رہبانیت اور ترک دنیا کا حکم نہیں دیا گیا۔

اس کے علاوہ اسلام نے عام طور پر تجرد کی زندگی کی ممانعت کی۔تاکہ دنیا سے فرار کا یہ سب سے بڑا چور دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا صرورة فی الاسلام[۲] اسلام میں تجرد (اور ترک دنیا) نہیں۔

---

[۱] سنن دارمی، کتاب النکاح، باب النهی عن التبتل، مسند احمد: ۶/ ۲۲۶۔نیز ملاحظہ ہو: بخاری جلد ۲ کتاب النکاح، باب مایکره من التبتل والخصاء، مسلم جلد ۱۔کتاب النکاح، باب استحباب النکاح الخ۔

[۲] ابوداؤد جلد ۱ کتاب المناسک، باب 'لاصرورة فی الاسلام' ،مسند احمد: ۱/ ۳۱۲ ورواه ایضا الحاکم وصححه فتح الباری: ۹/ ۸۸۔ والطبرانی مرفوعا باللفظ المذکور، قال الحافظ فی التلخیص: وهو من روایة عطاء عن عکرمه عنه ولم یقع منسوبا فقال ابن طاهر هو ابن وراز وهو ضعیف لکن فی روایة الطبرانی ابن ابی الخوار وهو موثق' بحواله: تحفة الاحوذی مع جامع الترمذی: ۲/ ۱۶۸۔

اس مقام پر ہم نے حدیث 'لا رهبانية فی الاسلام' کو نقل کرنے سے احتراز کیا ہے۔اس لیے کہ اگرچہ ہمارے مراجع میں اس کا ذکر ملتا ہے، النهاية فی غریب الحدیث: ۲/ ۱۱۳ لیکن اس کے ماخذ اور راوی کا کچھ پتہ نہیں۔علامہ ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاوی میں اسے حوالہ کے بغیر ہی نقل کیا ہے، فتاوی شیخ الاسلام ۱۰/ ۳۴۶، طبع جدید۔جب کہ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں یہ حدیث میری نظر سے نہیں گزری، 'لم اره بهذا اللفظ' فتح الباری: ۹/ ۸۸۔اس روایت کے سلسلے میں محدث شوکانی نے بھی حافظ کا یہی حوالہ نقل


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



(بقیہ گزشتہ حاشیہ) کیا ہے اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا ہے، نیل الاوطار: ۲۳۱/۶ ماثور تفاسیر کا ذخیرہ بھی بشمول 'درمنثور' اس سے خاموش ہے۔ جبکہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ' کے مصنفین اسے موضوع قرار دیتے ہیں، جلد ا شمارہ: ۸ ص ۲۸۱۔ (مرتبہ احمد شنتناوی اور ابراہیم زکی خورشید) اردو کتابوں میں یہ حدیث عام طور پر بلا حوالہ یا ثانوی حوالوں سے نقل کی جاتی رہی ہے۔ رحمۃ للعالمین: ۱۰۲/۲ اور 'اسلام۔ ایک نظر میں' ۱۲۴/ ۔ صرف مولانا مودودیؒ نے تفہیم القرآن میں ان الفاظ حدیث پر 'مسند احمد' کا اجمالی حوالہ دیا ہے۔ ۲۲۴/۵۔ جو مولانا کا سہو ہے۔ مسند احمد میں اس مضمون کی روایت تو ہے 'ان الرھبانیۃ لم تکتب علینا' ۲۶/۶ ۱ اور دوسری روایتیں بھی ہیں جن میں یہ لفظ آیا ہے وعلیك بالجهاد فانه رهبانية الاسلام ۸۲/۳ اور لکل نبی رهبانية ورهبانية هذه الامة الجهاد فی سبيل الله' ۲۶۶/۲ لیکن ان الفاظ میں یہ حدیث موجود نہیں۔ البتہ ہو مصریؒ نے ایک موقع پر ان الفاظ پر 'بیہقی' کا اجمالی حوالہ دیا ہے: انسانی معاشرہ ۔ اسلام کے سائے میں/ ۱۶۲۔ جو تحقیق طلب ہے۔ بہر حال جہاں تک ہم تلاش کر سکے نہ صحیح احادیث کے ذخیرے میں اس کا پتہ لگ سکا، نہ موضوعات کے سلسلوں میں۔ علامہ ناصر الدین البانی کے صحیح اور ضعیف احادیث کے 'سلسلے' بھی اس سے خاموش ہیں۔ (س)

---

## تفصیلات متعلقہ فارم ۴

رسالہ تحقیقات اسلامی علی گڑھ

۱۔ مقام اشاعت : علی گڑھ

۲۔ وقفہ اشاعت : سہ ماہی

۳۔ پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری

قومیت : ہندوستانی

پتہ : پان والی کوٹھی، دودھ پور

علی گڑھ، ۲۰۲۰۰۱

۴۔ نام اور پتہ مالک رسالہ: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ

میں سید جلال الدین عمری تصدیق کرتا ہوں کہ جو تفصیلات اوپر دی گئی ہیں میرے علم و یقین کی حد تک صحیح ہیں۔

دستخط

سید جلال الدین عمری

© rasailojaraid.com